Registed. No. L. 89

نجاب نور افشاں و دوپایہ

آفتاب صداقت

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نمبر (۱۹) مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء بروز جمعہ جلد (۲۷)

گلدستۂ اخبار

آنریبل مسٹر باشیام اینگر ممبر کونسل آئین مدراس نے اخبار سٹینڈرڈ کے اڈیٹر پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کی۔ ۵ جولائی تاریخ پیشی مقرر ہوئی اڈیٹر معافی چاہتا ہے ؛

پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات کے امیدواروں کی پختہ شناخت کے لئے انگوٹھے کے چھاپہ سے کام لیا جاویگا ؛

ڈیرہ اسمٰعیلخاں کے زمینداروں نے ایک دوسرے کی امداد کے واسطے ایک زمینداری مجلس قایم کی ہے ؛

جناب نواب لفٹنٹ گورنر بنگالہ نے کلکتہ کے یتیم خانہ کا مربی ہونا قبول فرمایا ہے ؛

قتلوں کی کثرت سے پشاور میں تمام آبادی میں سے ہتھیار رکھوانے کا سرکاری حکم ہوگیا سرحد پار کے تمام پٹھان بھی بے ہتھیار کئے جاوینگے ؛

دیسی ریاستوں کی پیداوار جو نمایش پیرس سے واپس آئیگی ہندوستان میں محصول درآمد سے مستثنیٰ کیجائیگی ؛

مسٹر اروین صاحب رزیڈنٹ جیپور ۲۹ مئی کو ۶ ماہ کی رخصت پر ولایت جانے والے ہیں ؛

آسام بنگال ریلوے کے فاصل پور سٹیشن پر گاڑیوں کے ٹکرانے سے ۶ قلی مارے گئے اور کئی آدمی مجروح ہوئے ؛

حضور ملکہ معظمہ یورپ کی سیر سے واپس تشریف لائیں صحت خاطر خواہ ہے ؛

لارڈ کرام آغاز جولائی کو رخصت پر جانے والے ہیں ؛

سنگاپور میں ۱۸ اپریل کو بمقام جلوتونگ ایک آدمی نے بدمست ہو کر پانچ آدمی قتل اور چھ زخمی کر ڈالے آخرکار ایک پولیس مین نے مجرم کو نشانۂ بندوق سے چت کر دیا ؛

لندن میں گور کھا بر انگلڈ کا سالانہ ڈنر ۵ جون کو گرینڈ ہوٹل میں ہوگا ؛

لندن کے عجائب خانہ کو ۸ لاکھ روپیہ کی وراثت ہاتھ آئی وصیت یہ ہے کہ میوزیم کو ترقی دیجاوے

امریکن فوج نے فلپاین کے مقامات سکوماس وسنفرنڈو بھی جنگ میں فتح کر لئے لڑائی تیز تھی جس میں ۳۰ امریکن کام آئے اور کثیر التعداد فلپنو مارے گئے فلپنو سے انبار در انبار غلہ امریکن کے ہاتھ آیا فلپنو لوگوں کی طاقت مقابلہ روز بروز ٹوٹتی جاتی ہے اور امریکین مسلسل زور دے رہے ہیں ؛

اٹلی کی وزارت ٹوٹ گئی اب نئی وزارت منتخب ہوگی نئی وزارت کا کام یہ ہوگا کہ چین میں اپنا حق حاصل کرنے میں غفلت نہ کرے ؛

بالائے سوڈان کے علاقہ دارفر میں جنرل کچنر نے ابراہیم علی کو سلطان دارفر کیطرف بھیجا تھا وہاں سلطان بے اختیار پایا گیا ایک اور غاصب دارفر پر قابض پایا گیا جسنے ادھر سے ابراہیم علی پر حملہ کیا ابراہیم علی کے ہمراہ ۱۵۰ سپاہ کی اردل تھی ۱۲۰ قتل ہو گئے

اور بائبل عیسائیان کو روشن کرتا ہے

ایڈیٹوریل نوٹس

پادری ای۔ ایم۔ ویری صاحب۔ ڈی۔ ڈی۔ اڈیٹر

ایڈیٹوریل کارسپانڈنس:
پادری ایچ۔ گولکناتھ صاحب۔ پادری غلام مسیح صاحب
پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے۔ پادری پی۔ سی۔ اوپل صاحب
مسٹر الشیخ ناصر صاحب۔ پادری جی۔ ایل۔ ٹھاکرداس صاحب
مسٹر مسیح الدولہ صاحب۔ مسٹر کدارناتھ صاحب منت
پادری جیمل سنگھ صاحب

موت اور مسیحی

کوئی فرد بشر دنیا میں اب تک ایسا ظاہر نہیں ہوا کہ جو موت کی تلخی اور اُس کی پژمردگی کے غمناک انجام سے بچا ہو اور آدم سے لیکر جو آدمزاد کا اوّل باپ تھا اب تک یہہ انسان کی محنتوں کو ختم کرنے والا اور اُس کی خوبصورتی اور رونق کو خاک میں ملانے والا دشمن پیچھے ہی لگا رہا ہے اور یہہ کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہہ تو انسان کو گناہ کی مزدوری کے عوض میں بطور اُجرت کے ملا ہے اور یہہ کس طور سے اب انسان کے اُوپر سے ٹل سکتا ہے؟ اس کے ٹلنے کا صرف ایک ہی سبب ہے اور کوئی دوسرا نہیں اور وہ یہہ ہے کہ گناہ نیست کیا جاوے اور تب اُس کے ساتھ اس کی مزدوری کا بھی خاتمہ ہو جاویگا۔

دنیا میں اگر گناہ نمود نہ ہوتا تو یہہ ڈراونی اور خوفناک اور درد انگیز چیز موت کا وجود ندارد ہوتا۔ اس حالت میں یہہ وقت کہ جس کو اب ہم منٹوں گھنٹوں ہفتوں دنوں اور برسوں اور صدیوں سے گنتے ہیں اس طرح سے شمار نہ کیا جاتا کیونکہ ہمیشہ ہمیشگی اور ابدیت رہتی اور وقت کا خاتمہ نہ ہوتا جس کے لئے ہم کو اس کے شمار کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر عالم موجودات پر گناہ کا اثر نہ ہوتا تو زوال اور نابودگی اور نیستی کا نام و نشان نہ ہوتا اور سب کچھ اپنی معمولی رونق پر جیوں کا تیوں بحال رہتا پر آدم کے گناہ کے سبب سے سب کچھ لعنتی ہوا اور اس وجہہ سے سب کچھ بیقرار اور بے ثبات نظر آتا ہے۔

گناہ کے بُرے اور قبیح ہونے کے سبب سے اس کی سزا بھی خوفناک اور درد انگیز ہوئی ہے اور اُسکے نتیجہ میں فنا کا گہرا اور عمیق اور پُرخطر سمندر بہ نکلا ہے جو اپنے تلاطم میں ہر کہہ و مہہ کو بے تحاشہ بہالے جاتا ہے اس کے سامنے بادشاہ و امیر اور غریب کی کوئی تمیز نہیں سب کو یکے بعد دیگرے اچانک جبکہ اُن کو خیال بھی نہیں ہوتا موت کوچ کا نقارہ بجادیتی ہے اور آناً فاناً خاک کا پتلا بنا دیتی ہے۔

غرضکہ گناہ کے سبب سے سب خرابی ہوئی اور موت بھی گناہ ہی کے سبب سے بنی انسان پر منہہ پسارے کھڑی ہے پس جبکہ اس تمام بربادی کا موجب گناہ ٹھہرا تو گناہ کے دور کرنے پر تمام خرابیاں مٹ سکتی ہیں اس لئے گناہ کو نیست کرنے کے لئے خدا کا بیٹا ظاہر ہوا اور جس حال میں کہ وہ خدا کا کلمہ ہو کر خود خدا تھا تو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے اِس دنیا میں انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر گناہ کو نیست کیا اور اس کی سزا کو بھی اپنے اُوپر لیکر خدا کے بڑے عدل کو بھی پورا کیا اور رحم کا دروازہ بھی عاصی گنہگاروں کے لئے کھول دیا اور اب صرف ایمان کے ذریعہ سے وہ نجات اور مخلصی دینے کو تیار ہے کیونکہ خداوند یسوع مسیح نے گناہ کو نیست کیا ہے اور خود مر کر اور زندہ ہو کر موت کو بھی مغلوب کیا ہے۔

چونکہ گناہ کا اثر انسان کے دل پر ہوا تھا اس لئے گناہ سے بچانے والے منجی نے دل کو پاک و صاف کرنے کے لئے خدا کی روح پاک کی نعمت عظمیٰ سے جو ایماندار کو عالم بالا سے بخشی جاتی ہے دلوں کے صاف کرنے کا بندوبست بھی کیا ہے اور وہ دل کو گناہ کی آلائش سے اپنے خون بیش بہا کے ذریعہ سے صاف کرتا اور روح القدس کے نورانی اور پُر جلوہ اثر سے دل کی نجاست کو کھوتا اور یوں ایماندار کو پاک اور راست بنا کر اُس کو خدا کا مقبولِ نظر بنا دیتا ہے اس حالت میں وہ نجات یافتہ ایماندار اپنے خیمے سے خاکی گھر کو چھوڑنے کے لئے تیار بلکہ خوش ہو جاتا ہے بلکہ وہ اِس خیال میں محو ہو جاتا ہے کہ مسیح میرے لئے زندگی ہے اور موت نفع ہے اس حالت میں موت اُس کو خوفدہ اور خطرناک معلوم نہیں ہوتی بلکہ اپنے مالک سے جا ملنے کی انتظاری میں وہ اس دروازے سے جلد گذرنا چاہتا ہے اور نہایت تسلی اور اطمینان کے ساتھ موت کا مقابلہ کرتا ہے پر بے ایمان کی موت ایسی نہیں ہوتی اس کے لئے موت ایک خوفناک سمندر اور ایک پُرخطر جنگل ہے جہاں وہ ڈرتا اور کانپتا ہوا ناامیدی سے کوچ کرتا ہے اگر اس بات کا امتحان کرنا چاہو تو ایک سچے مسیحی اور ایک غیر مسیحی کی موت کا ملاحظہ کر لو اور تب آپ ضرور اس کی صداقت کے قایل ہو جائیں گے ؛

ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن پنجاب کی تجویز کے مطابق پنجاب یونیورسٹی غور کر رہی ہے کہ امتحان دینے والے طلبا کی پہچان کے لئے انگوٹھے کا نشان لگوایا جایا کرے پادری ایچ۔ سی۔ ویلٹی۔ آنریبل مدن گوپال خانبہادر نانک بخش اور مسٹر شاہدین ممبر کمیٹی مقرر ہوئے ہیں کہ اگر یہہ تجویز مناسب ہو تو منظوری کے لئے پیش کریں ؛

بقیہ

مسیحی بزرگوں کے حالاتِ زندگی

کا

مقدمہ

دیکھو نورافشاں مطبوعہ ۵ مئی ۱۸۹۹ء

رابعاً۔ سوانح عمری کے نہ لکھنے کا دستور اس ہمارے ملک میں ایک اس اصول پر بھی ہے کہ ہمارے اہل وطن عموماً دولت علم سے بے بہرہ ہیں اگر کچھ ہیں تو جغرافیہ اور تاریخ سے تو محض ہی نابلد ہیں انہیں دنوں کا تذکرہ ہے کہ ایک پُرانے خیال کا آدمی (گو وہ پانچ دس روپیہ کی ماہواری نوکری سے بڑھتے بڑھتے ہندوستانیوں کے معراج اور قاب قوسین اَو ادنیٰ تک یعنے اکسٹرا اسسٹنٹی پر پہنچ چکا ہے) ہم سے کہتا کیا ہے کہ انگریز شاہ روم (ٹرکی) کو ہر سال دو لڑکیاں بھیجا کرتے ہیں اور روم (اسی ٹرکی) میں ریگزاری زمین سے کئی نیزے اوپر آگ جلتی ہے اور لنکا جہاں کسی زمانہ میں راجہ دسرت کا بیٹا ایسری رامچندر جنگ کرنے گیا تھا ایک سوتی کے دانہ کی بنی ہوئی ہے اور لنکا میں جن بھوت رہا کرتے ہیں اب ایسے ہنبق سے کیونکر اور کیسے بحث کی جائے حیرت کا مقام ہے کہ وہ کن ضلعوں میں تحصیلداری کرتا رہا اور کیونکر اور کہاں اکسٹرا اسسٹنٹی نبھاتا رہا یا اُس کی مٹی پلید کرتا رہا او ہندوستان کے ساکنو! او ہندوستان میں رہنے والو!! تم کب تک کہالت اور جہالت کی افیون کھاکر سور ہوگے کب تک تمہارا نشہ ٹوٹیگا اور کس وقت اپنی بہتری کی تدابیر سوچوگے کیا تم کو اپنے متقدمین کی ایجادوں اور علوم کو دیکھکر بھی شرم نہیں آتی حیف صد حیف ایک وہ زمانہ تھا کہ وہ لوگ جواب مہذب ملکوں کے باشندے کہلاتے ہیں تمہارے ہی ہاں کے مروجہ اور مستعمہ علوم اور فنون پڑھکر اور سیکھ کر فخر کیا کرتے تھے اب گردش فلکی کو تو ذرا دیکھو کل کے وحشیوں کی اولاد سے اب تم تعلیم پاتے ہو اور یہہ کہ تم علوم اور فنون کی تعلیم پانا بھی نہیں چاہتے تم اگر کچھ تعلیم بھی پاتے ہو تو پاپی پیٹ کے دھندے کی پھر تم میں سچی لیاقت آئے تو کہاں سے آئے جب تمام یورپ وحشیوں اور جاہلوں سے آباد تھا تو تمہارے بزرگوں میں سے ایک نے زمین کی گردش کا مسئلہ نکالا تھا اس عہد میں نہ تو گلیلیو کا نام تھا اور نہ سر آئزک نیوٹن ہی کا نشان تھا اب تمہاری لیاقت اس قدر بھی نہیں کہ تم زمین کی گردش کی دلیلوں کے سمجھنے کی قابلیت رکھو خیر تمہاری مرضی اور تم کو کہیں تو کیا کہیں ایسے الفاظ بھی نہیں ملتے کہ جن کے ذریعہ سے تمہیں سمجھائیں۔

خامساً۔ ہمارے اہل وطن غرور کے مارے جو جہالت کا ایک ادنیٰ ثمر ہے پھولے نہیں سماتے مگر انسانیت اور اہلیت کی اس وقت بحث چھوڑو یہہ تو دیکھو کہ آدمی کے لئے کامیابی کے جزو اعظم کون سی چیز ہے کامیابی کے میدان میں چلنے کے واسطے پہلے قدم پر ہی جرأت کی ضرورت ہے جو اہل ہند میں مفقود اور نایاب ہے سوانح عمری کے پڑھنے کے بغیر یہہ جوہر بھی حاصل نہیں ہو سکتا کمالیت ایک ایسی چیز ہے کہ وہ گھر بیٹھے بٹھلائے نہیں ملتی عموماً دور دراز کے سفر طے کرنے میں ملا کرتی ہے جرأت کام میں لانی چاہئے تاکہ کمالیت بھی حاصل ہو اور سیر و سیاحت بھی ہوجائے ایک یونانی فیلسوف کا بڑا مشہور قول ہے کہ آدمی اور کمالیت ان دو خطوط متوازی کی مانند ہیں کہ باوجود قریب ہونے کے ابد الآباد تک بھی باہم نہیں ملتے نزدیک نزدیک البتہ رہتے ہیں الخ ایک شخص کمالیت کی تلاش میں ایسے راستے پر قدم مارتا ہے کہ جگہہ بجگہہ چوکیدار متعین ہیں اور یہہ کہ ہر طرح سے امن ہے دوسرا شخص ایسے میدان میں چلتا ہے کہ سنسان ویران اور بھیانک ہے یہہ دوسرا اپنی پیاری امید کی دُھن میں کسی طرح سے خوف و ہراس کو اپنے دل میں راہ نہیں دیتا پس پختہ کاروں کے نزدیک پہلا طالب کمالیت یا سیاح بزدل سمجھا جاتا ہے اور دوسرا صاحب جرأت اور عالی ہمت مانا جاتا ہے اپنی بعض ملکی رسموں اور خاندانی ریتوں کو جو کمالیت کے حصول میں سدِ راہ ہوں بدلنا سچے بہادر اور مرد میدان کا کام ہے نکمی اور بے سود تقلید کے پھندے سے نکلنا بھی صاحب جرأت ہی کا جوہر ہے اگر انگلستان کے افتخار سر آئزک نیوٹن اور خاصکر لارڈ بیکن لکیر کے فقیر بنکر پُرانے خیالات پر ہی رفتار کرتے تو کیا وہ ایسے نادر نادر علوم ایجاد کرتے کبھی نہیں ہرگز نہیں پُرانے زمانے کے ریفارمر برگزیدے جانتے بوجھے کسی کی پیروی نہ کرتے تھے کسی امر کے حاصل کرنے میں ایک اور سخت بلا ہے جس کا مقابلہ بزدلوں کا کام نہیں اور وہ بلا انگلستان کے نئے زمانے کے فیلاسفر جرمی بنتھم کی رائے کے موافق بے صبری ہے بے صبر گھبراتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے بھاری مقصود تک آناً فاناً پہنچ جائے لیکن آہستہ روی جو متانت کے ساتھ ہو ایک ایسا جوہر ہے کہ جس کی بدولت انسان اپنے مقصود کو اگرچہ دیر میں ہی سہی مگر بالضرور پہنچ جاتا ہے جرمی بنتھم کی کتاب کے ٹوٹلٹی وہ دوراندیشی جو چادر دیکھکر پاؤں پھیلانے کو کہتی ہے حقیقت میں دوراندیشی نہیں ایک دھوکا ہے جس کو بزدلی کہنا انسب ہے مرد میدان بننا اور کوشش کئے جانا اور مستعد رہنا اور تس پر اپنے سینہ کو ضرر کی سپر بنانا بہادر اور صاحب جرأت کا خاصہ ہے لارڈ لٹن مرحوم ہمارے لیٹ وایسرائے اور گورنر جنرل کا قول الغرض اہالیان یورپ جس بات کا پیچھا کرتے ہیں

پہلے اُس کو مفید ثابت کر لیتے ہیں اور پھر ستو باندھکر اُس کا ایسا پیچھا کرتے ہیں کہ چاہے کتنی جانیں ضائع جائیں۔ حاصل کئے بغیر نہیں چھوڑتے اسی یوروپ کی قوم میں سے ایک قوم جو ہماری بادشاہ ہے اسی تماش کی ہے بل بے بہادر انگریزو تمہارے دماغ اور تمہارے حوصلے اور تمہاری جرأتیں تم نے سنگ پارس کو نہ پایا مگر ایسے قیمتی پتھر پائے کہ سنگ پارس بھول گیا کیمیا کو تلاش کے بعد نہ پایا الّا کمسٹری ایسی ایجاد کی کہ کیمیا ہی ہو بایوں کہیں کہ اس سے بڑھکر ہے ایک بڑے نامدار فلاسفر مائیل صاحب نامی کہتے ہیں کہ کوئی علم ایسا نہیں کہ پوری طرح سے حاصل کیا جائے فلاسفر کے اس قول کے معنے ہم نے یہہ سمجھے ہیں کہ جو چیزیں اس زمانے میں دریافت ہوئی ہیں وہ آگے ناپید تھیں اور جو چیزیں ہمارے بعد نکلینگی اور ضرور نکلینگی وہ اس امر کو اور بھی ثابت کر دینگی کہ کوئی علم ایسا نہیں کہ پوری طرح سے حاصل کیا جائے۔ غرض کہ ہندوستانیوں کو جستجو میں رہنا لازم ہے اور اپنی سوانحات عمری میں نتیجوں کو ظاہر کر دینا فرض ہے تا کہ تمہاری محنتوں کے ثمرے تمہاری ہی آیندہ نسلیں کھائیں۔

سادساً۔ ہماری دانست میں جو آخری سبب ہے وہ یہہ ہے کہ ہمارے اہل وطن کے وابستگان وغیرہ اکثر اَن پڑھ ہوا کرتے ہیں اکتیس کروڑ ہند کے باشندوں کی اولاد اس دور دورہ میں کچھ حرف شناش وہ بھی اہل آف آوا کے قول کے مطابق فیصدی پانچ ہے اِن میں سے فضیلت مآب ہم نے تو دیکھے کیا سُنے بھی نہیں اور باقی سب کاٹھ پُتلی کی طرح سے دفتروں میں نقل کاغذات کرتے رہتے ہیں یا الماریوں میں ڈاکٹوں کے بنڈل سجاتے رہتے ہیں ایسے لوگ بھی جب پاپی پیٹ کے دھندے کے اُتراؤ چڑھاؤ سے فارغ ہو کر اپنے محلوں میں آ براجتے ہیں تو پھر اَن پڑھ سوسائٹی کے ساتھ سابقہ پڑتا ہے رفتہ رفتہ اُن کی یہہ عادت راسخ ہو گئی ہے کہ صالحوں۔ عالموں اور فاضلوں کی صحبت سے جو خال خال و نادر ہے دور رہتے ہیں پس اُن کو مطالعہ کی فرصت ملے تو کیسے اور شایستہ لوگوں کی سنگت میں جائیں تو کون سی تحریک سے جب یہہ حال ہے تو بزرگوں کی سوانح عمری کے پڑھنے کی اُن کو ترغیب دے تو کون دے ان میں ہم بعض کو جو اقبال آثار معلوم پڑتے ہیں دیکھتے ہیں کہ بڑی جرأت سے اپنی اَن پڑھ سوسائٹی کے اثروں کو اپنے میں متاثر نہیں ہونے دیتے اور باوجود مواقع کے بھی بزرگوں کے حالات اپنے پیش نظر رکھتے ہیں خاصکر اپنے اَن پڑھ والدین کی نسبت اُن کا یہہ خیال ہے کہ جناب باری تعالیٰ جلّ جلالہ کے حکموں کے بعد والدین کی فرمانبرداری فرض ہے پھر ایسے ہی نیک سرشت اور اقبالمند نوجوانوں کا یہہ قول اور اُس پر عمل بھی ہے کہ ہمارے والدین لوگوں کی نظروں میں بڑے ہی ہوں مگر وہ ہمارے نزدیک پرمیشور سے دوسرے درجہ پر ہیں نوکر بُرا ہو تو بدل لیں ماتا پتا کو کیونکر بدلیں یہودی قوم کے پہلے اور الہامی مُقنّن اور بڑے مقدس دانشمند اور نیک نہاد ریفارمر نے بھی اپنے دس حکموں میں ایسا ہی لکھا ہے دیکھو اس اولوالعزم ریفارمر ربانی کے مشہور صحیفے ملقب بہ خروج اور اُس کے بیسویں باب کی پہلی آیت سے سترھویں تک جس سے کسی طرح کی تاویل کے بغیر عام اس سے کہ قریبہ ہو یا بعیدہ صاف صاف یہی تعلیم مستفاد ہوتی ہے اور پھر اس الہامی فلاسفر اور سچے حکیم کے بعد الہامی ریفارمروں کا جو مسلسل سلسلہ ملتا ہے اس باب میں اسی مقدس شخص کے نقش قدم پر چلتا ہے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتا پس ان پڑھ سوسائٹی میں سے بعضوں کا ایسا نکلنا جن کا بیان ابھی کیا گیا ہے نہایت عجائب کی قسم سے ہے عموماً غیر مہذب یا نیم مہذب قوموں کی اولاد مہذب قوموں کی اولاد کے ساتھ لیاقت کے باب میں اور اہلیت کے بارہ میں کیونکر یکساں ہو سکتی ہے پہلی قوم کی اولاد سکول کالج یونیورسٹی میں ایسی تعلیم نہیں پاتی جو اپنے مہذب وابستگاں سے پاتے ہیں خصوصاً جو چیز تربیت ہے اس کا ذمہ سر رشتہ تعلیم کے افسر نہیں کرتے اور در واقع میں تعلیم اور تربیت دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں نہ صرف جاہل بلکہ بعض سمجھدار لوگ بھی سخت غلطی کرتے ہیں کہ تعلیم اور تربیت میں امتیاز نہیں کرتے اور دونوں کو ایک ہی رسّی سے پھانسی دیتے ہیں جس دن ہمارے اہل وطن اس فن سوانح عمری کے پڑھنے اور پھر لکھنے میں مصروف ہونگے تو اُس دن اُن میں بھی جرأت سنجیدگی اور اولوالعزمی پیدا ہوگی بعض اہل ہند سمجھتے ہیں اور اسی لئے بعض موقعوں پر کہہ بھی بیٹھتے ہیں کہ اب ہندوستانی بھی تعلیم پذیر ہیں اور ہو رہے ہیں اور یہہ کہکر مہذب قوموں کے برابر اپنے حق حقوق کا دعوی کرتے ہیں لیکن کہاں ایسے ہندوستانی ہیں جو تعلیم پذیر ہیں بنگال والے جو کسی قدر تعلیم میں اور صوبوں سے اوّل درجہ پر ہیں بڑے بے ادب اور گستاخ ہیں اور اگر اُن کو انگلش گورنمنٹ کے مقابلہ میں بے وفا کہیں تو کہہ سکتے ہیں لارڈ مکالی اپنے نادر اور عدیم النظیر الیس سے میں جو وارن ہسٹنگز سابق گورنر جنرل آف انڈیا کے عہد پر ایک اَلنظر ہے اپنے عدیم العدیل تجربوں اور بے مثل مورخانہ طبیعت سے بنگالیوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ جو کام ڈنک بھڑ کے واسطے پنجہ شیر کے لئے سینگ بھینس کے واسطے حسن (حسب قول اہل یونان) عورت کے لئے دیتا ہے بنگالیوں کے واسطے فریب وہی کام دیتا ہے باقی پریسیڈنسیوں کے



باشندوں میں ہنوز جیسا کہ چاہئے تعلیم ہی نہیں پھیلی الحاصل ہمارے اہالیانِ ہند کو بزرگوں فلاسفروں بہادروں اور اور اہلِ کمال لوگوں کی سوانح عمری پڑھنے سے لاریب جرأت بہادری شایستگی اور اور جوہر حاصل ہوتے ہیں۔

فی الجملہ اب ہم اس مقدمہ یا انٹروڈکشن کو یاں ختم کرتے ہیں ہم کو اس امر کا ہرگز دعویٰ نہیں کہ ہم نے سوانح عمری لکھنے اور پڑھنے کی ضرورت کو جیسا کہ چاہئے ثابت کر دیا ہے شاید کوئی اور صاحب اس سے بھی زیادہ کارگر اور موثر دلیلیں ارقام فرمائیں مگر اتنا ہم کہا چاہتے ہیں کہ ہمارا طرز استدلال اُس ڈھنگ کے طرز استدلال کا سا نہیں جسکی بنا صرف عقلی ہی ہوا کرتی ہے بلکہ ہمارے استدلال کا طور عقلی طرز استدلال کے ساتھ موافقت کر کے تواریخی خصوصاً تجربائی بنیاد پر ہے۔ یونان کے واجب التکریم فیلسوفوں یا اہلِ اسلام میں سے قابلِ تعظیم حکیموں یورپ کے نامدار فلاسفروں اور مورخوں سے جہاں تک ممکن ہوا ہے ہم نے اپنے دعویٰ کو مضبوط اور مستحکم کیا ہے مگر اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اُن کے بھی تجربے لئے ہیں اور انکے عقلی طرز استدلال کے ساتھ جہاں کہیں تواریخی اور تجربائی کسوٹی سے مطابقت نہیں پائی چھوڑ دیا ہے ہمارے تجربے کو مذکورہ بالا بزرگوں اور ریفارمروں کے تجربوں کے نزدیک جگنوں اور آفتاب کی مثال کو یاد دلاتے ہیں اسلئے ہمارے تجربوں کی یاں کیا وقعت ہے پھر بھی ہم نے اپنے عزیزوں کی خاطر جو ہمیشہ ہمارے تجربوں کے مشتاق اور آرزومند رہتے ہیں لکھ دئیے ہیں۔

الغرض اس مقدمہ سے فراغت پا کر اجو بزرگوں کی سوانح عمری کے سلسلہ کے شروع ہونے سے پہلے ضروری تھا تاکہ اس کے عدیم النظیر فایدوں سے آگاہی ہو جائے) اخبار نورافشاں کے اگلے نمبر سے اصل سوانح عمریوں کا مسلسل اور زرین سلسلہ شروع کرینگے جن میں سے چند فردوس منزل عالی جناب ریورنڈ رجب علی صاحب کی تصنیف کردہ ہیں اور باقی خاکسار راقم مقدمہ کی تصنیف سے ہیں؟

راقم

میرزا الیشع ناصر گورداسپور پنجاب

پرانا بازار

بقیہ

چوتھا باب

مسیح کی تعلیم کی بنیاد کہ خدا باپ ہے

یہہ دنیا کیسی ہیبت ناک اور خوفناک ہوتی اگر موت اور زندگی کی بے شمار مصیبتیں جو آدمیوں پر گذرتی ہیں ایک بے سبب اور ناگہاں اور اندھی قسمت کے حملہ سے آپڑتیں۔ اگر سمجھدار باریک بین مصیبت زدہ انسان ایک مردہ اور نامعلوم چیز کی حکومت کے ماتحت رہتا جس کو ہم (Nature) نیچر کہتے ہیں جو کہ پہاڑ سے گرنے والے پتھر کی مانند مردہ اور سنگدل ہے اور جو اپنی خوشی سے یکایک بغیر سبب کے آدمی کو نقصان پہنچاتا تو یہہ کیسے ظلم کی بات ہے۔ کسی کا قول ہے" اگر مجھ کو یہہ اعتقاد نہ ہوتا کہ ہر ایک مخلوقات میں ایک ہادی ہوتا ہے تو میں اس زندگی سے ہاتھ دھوتا"۔ ہم نہ بھولیں کہ ہر ملک اور ہر زمانہ میں بیشک آدمیوں کے دلوں میں کچھ نہ کچھ خدا کا خیال رہا جو آدمی کو بندگی اور دین کی طرف مایل کرتا تھا لیکن نیک لوگ ہر کہیں اور ہر وقت اُسی کی تحقیقات کے مشتاق رہے اُنہوں نے خدا کو ڈھونڈھا اور اس بات کے مشتاق تھے کہ خدا راست اور مہربان اور انسان کا خیرخواہ ہووے اُنہوں نے اُس کو تلاش کیا لیکن وہ پکّے طور سے اُس کے پانے میں قاصر رہے سب لوگ جن کے دل غور اور رنج میں ڈوبے ہوئے ہیں ایوب کی ان باتوں سے متفق ہیں۔ "کاشکہ میں جانتا کہ وہ مجھ کو کہاں مل سکتا ہے تو میں اُس کی مسند تک جاتا دیکھو میں آگے بڑھ جاتا ہوں پر وہ وہاں نہیں اور پیچھے سے پلٹتا ہوں پر میں اُسے نہیں دیکھتا بائیں ہاتھ پھرتا ہوں جہاں وہ کام میں مشغول رہتا ہے لیکن مجھے دکھائی نہیں دیتا وہ آپ کو داہنے ہاتھ چھپاتا ہے کہ مجھے نظر نہ آوے (ایوب ۲۳: ۹-۸-۳)

اب ہم جو اس باب کو پڑھتے ہیں اگر ہمیں ایک پختہ علم خدا کی بابت ملا کہ وہ ہمارا خدا ہے تو دریافت کریں کہ یہہ کیسے حاصل ہوا؟ کیا یہہ دلیلوں اور ثبوتوں سے؟ کیا اس لئے کہ ہم نے ان پچھلے دنوں میں خدا کی ہستی کے ثبوتوں کو کامل طور سے دریافت کر لیا اور کیا خدا کی ذات اور صفات کی بابت جو جو مشکلات تھیں سو حل ہو گئیں؟

بالتحقیق خدا کی ہستی کے ثبوت بڑے قوی ہیں اور ہماری سمجھ میں منکروں کے اعتراضوں پر غالب ہیں لیکن وہ سب ہمارے لئے کافی نہیں جب ہم پایدار یقین حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور وہ خدا کی رفاقت حاصل کرانے میں ہمارے مددگار نہیں ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ "کیا ہی تعجب کی بات ہے کہ خدا سارے مخلوقات کے لئے ضرور ہے اگرچہ اس کی ہستی کا کوئی ثبوت نہیں ملا جو کہ ہر آدمی کا دل قبول کرے"۔ کیا ہم اس علم اور عقل سے جس پر لوگ فخر کرتے ہیں خدا کی ہستی کو دریافت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

بہت سے لوگوں نے اس تحقیقات میں اپنی عقل اور ایجادوں سے اور بھی مشکلات بڑھادیں کہ لوگوں نے خدا کو اپنے سے بہت دور سمجھا جب وہ دیکھتے ہیں کہ خلقت بہت بھاری اور عجیب ہے۔ اُنہوں نے اپنے علم کی زیادتی کے سبب سے خدا کو دنیا سے بہت علیحدہ کردیا یہاں تک کہ کتنے ایک لوگ جو عالم کامل تھے اُسکی ہستی کے منکر ہو گئے۔

پس اب ہم جنہوں کو خدا اور اُس کی ذات اور صفات کا دعویٰ ہے یہہ دریافت کریں کہ یہہ یقین ہمیں کس طرح حاصل ہوا اور صاف جواب یہہ ہے کہ خداوند عیسیٰ اور اُسکی تعلیم سے۔

اس زمانہ کے لوگ مسیح کے اس اعتقاد کے لئے جو تسلی سے بھرا ہوا ہے ممنون ہیں کیونکہ ہمارے زمانہ کی روشنی اور علم جن پر لوگ فخر کرتے ہیں اس اعتقاد کو قایم رکھنے کے لئے کچھ مدد نہیں دیتے اگر یسوع کی قوت آدمیوں کے بیچ میں پایئدار نہ رہتی تو دنیوی علم کی روشنی انسان کی اصلی اور مقدم حالت کی ہدایت میں گویا تاریکی ہوتی اور آدمیوں کا توکل جو خدا پر ہے اور اس توکل کی تاثیر جو اس کے چال وچلن پر موقوف ہے ضعیف ہوجاتا۔

اس موقع پر مقدس یوحنا کی باتیں جو اٹھارہ سو برس ہوئے لکھی گئیں کیا ہی سچی ٹھہرتی ہیں جیسا کہ (یوحنا ۱: ۱۸) "خدا کو کسی نے کبھی نہ دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُس نے بتلادیا" لیکن ایمان کے بارے میں مسیح کی تعلیم ہمارے دل پر کیونکر ایسی تاثیر کرتی ہے اور مسیح اس بھاری ایمان میں کیونکر ہماری مدد کرسکتا ہے؟ وہ ہماری مدد کرسکتا اور کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے دل میں خدا کی کامل پہچان رکھتا ہے اور ایک بے نظیر یقین کہ خدا باپ ہے اس لئے وہ ہم کو مدد بخشتا ہے شاید مسیح نے کسی جگہہ میں صریحاً نہ کہا کہ خدا ہے اور کہ خدا باپ ہے تو بھی اُس نے اس وعدہ کو بالکل سچ جانکر اپنی ساری زندگی میں اُس کو پورے طور سے ظاہر کیا اور ہمارے خداوند کی گفتگو میں جو باپ کے بارے میں اور خدا باپ کے ساتھ تھی ایسا اثر ہے کہ جس سے ہمارے دلوں میں تسلی اور یقین حاصل ہوتا ہے۔ جب ہم اُس کو کہتے سُنتے کہ "میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اور میں بھی کرتا ہوں" اور "میں اکیلا نہیں ہوں لیکن باپ میرے ساتھ ہے" اور باپ مجھے جانتا ہے اور میں باپ کو جانتا ہوں اور "جو باتیں میں بولتا ہوں جیسے باپ نے مجھے بتلایا ویسے بولتا ہوں" پھر "باپ بیٹے کو پیار کرتا ہے اور اُسے سب باتیں دکھاتا ہے جو باپ خود کرتا ہے" (یوحنا ۵: ۱۷ و ۱۶: ۳۲ و ۱۰: ۱۵ و ۱۲: ۵۰ و ۵: ۲۰) جب ہم ان باتوں کو پڑھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں تسلی آجاتی ہے ان باتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کی بابت بولتا ہے جسے وہ جانتا ہے اور پھر جب ہم یسوع کی بابت پڑھتے ہیں کہ اُس نے آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائی اور دعا مانگنے میں کہا کہ "باپ" "اے قدوس باپ" "اے راست باپ" اور اُس کی یہہ بات کہ اے باپ کیونکہ یہہ تجھے پسند آیا" تو ہم کچھ شک نہیں کرسکتے کہ ایک ہے کہ جس سے وہ باتیں کرتا تھا اگر کوئی ہم سے یہہ اعتراض کرے کہ "کوئی خدا نہیں تھا کہ جس سے مسیح نے باتیں کیں اور کہ مسیح صرف بعل کے نبیوں کی طرح بولا جو کہ چلاتے تھے لیکن کوئی نہ تھا جو اُس کا جواب دیوے اور اس نے ایسا دھوکا کھایا جیسا (۱ سلاطین ۱۸) بعل کے پوجاریوں نے ہم ایسے اعتراض کرنے والوں کو افسوس کے ساتھ اُن کے خیالوں پر چھوڑ دیتے ہیں۔

برعکس اس کے جب مسیح ہم سے بہت دفعہ ہمارے آسمانی باپ کی بابت بولتا اور جب وہ کہتا تھا کہ "میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اُوپر جاتا ہوں" (یوحنا ۲۰۔۱۷) تو ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہم کو بھی خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے کہ جیسے وہ اُس کا باپ تھا ہمارا خدا اور باپ ہے اور اسی روحانی رفاقت سے جو مسیح کی شراکت سے ہمیں ملی ایک ایسا توکل ہمارے دلوں میں آتا ہے جس کی قدر اور مضبوطی اور بزرگی مسیح کی سچائی اور اختیار پر موقوف ہے اور جو ہماری زندگی کے لئے ایک کامل پناہگاہ ہے۔

"یا اس طرح سے سمجھو" کہ ہماری رفاقت جو مسیح کے ساتھ ہے خدا کی بابت اور خدا کی ذات اور صفات کی بابت ہم میں ایک قوی امید پیدا کرتی ہے جو مسیح کی سچائی اور اُس کے اختیار کی بزرگی اور قدر اور طاقت پر موقوف ہے اور ایسی امید سے ہماری زندگی کے لئے کامل خاطرجمعی ہے یعنے ہم اپنی ساری امید مسیح کے کلام کی سچائی اور اُسی کے اختیار پر چھوڑ دیتے ہیں اور یہی یقین ہماری زندگی کا لنگر ہے۔ ہاں ہماری امید کے لئے ایک اور ثبوت ہے جو خدا کی صحبت سے ہمیں حاصل ہوتا ہے جبکہ مسیح نے ہماری سوتی ہوئی لیاقت اور عقل جو کہ خدا کی پہچان میں کمزور ہے جلائی ہے تب ہم خدا کی شراکت رکھنے سے بے روک ٹوک خدا کی پہچان میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ لیکن بعض وقت جب پھر یہہ طفلانہ عقل کمزور ہوجاتی ہے اور وہ بے روک ٹوک پہچان سُست ہوجاتی ہے اور ہم خدا کی بابت شک میں پڑجاتے ہیں تو ہم پھر مسیح کی کامل پہچان پر تکیہ کرتے ہیں اور اُس سے صحبت رکھنے اور اُس کے کلام کی باتیں روز بروز سُننے سے خدا باپ کے ایمان میں قایم رہ سکتے ہیں جو ہماری زندگی کی

ہر آزمایش کی حالت میں کافی ہی۔

یہہ لقب "باپ" بذاتِ خود خدا کی بابت صحیح خیالات ہمیں نہیں سکھلا سکتا ہی کیونکہ اگر کوئی آدمی جو مسیح پر ایمان نہ لایا یہہ نام لیوے خدا باپ کا مطلب سمجھنے میں اُس کو غلطی کرنیکا خطرہ ہی آدمی کی ذاتی عادت ایسی ہی کہ اس لقب "باپ" کے سمجھنے میں آدمی ایسا خیال کرے کہ خدا بے سزا آدمی کو چھوڑ دیتا اور گناہ کی برداشت کرتا اور رو دیتا اور آدمی کی حکومت کرنے میں ڈھیلا رہتا ہی لیکن وہ جو مسیح کا کلام سنتا ہی ایسا خیال کر نہیں سکتا کیونکہ مسیح آپ پاک ہی اور تعظیم اور تکریم کے ساتھ "قدوس باپ" اور "صادق باپ" ایسے ناموں سے دعا مانگتا ہی یہہ لقب "باپ" ہمارے لئے ایک صحیح اور بے بدل مطلب رکھتا ہی جب ہم یسوع خدا کے بیٹے کی ذات اور صفات سمجھتے ہیں اور یاد رکھتے کہ مسیح نے خود فرمایا (یوحنا ۱۴: ۹) "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا"۔

اب بآسانی جلد معلوم ہو جائیگا کہ مسیح کی تعلیم کی بنیاد کہ خدا آسمانی باپ ہی کیسی خوب ہی اور کیسی عمدہ تعلیم کی عمارت اس بنیاد پر بنائی جا سکتی ہی۔

پرانے عہد نامہ کے عبادتی زبوروں میں خدا کا خاص لقب "بادشاہ" پایا جاتا ہی جیسے (زبور ۵: ۲) "میرا بادشاہ اور میرا خدا" (زبور ۲۴: ۱۰) "جلال کا بادشاہ" (زبور ۲۹: ۱۰) "خدا ہمیشہ کے لیے سلطنت کے تخت پر بیٹھتا ہی"۔ اگر خدا بادشاہ ہو تو سب سے بھاری درجہ جو انسانوں کو دیا جا سکتا یہہ ہی کہ وہ اُس کے خدمتگذار ہیں سو موسیٰ جو کہ شریعت کا دینے والا تھا اُس کی بابت یہہ لکھا کہ "موسیٰ خدا کا بندہ" اور یسعیاہ نبی کی پیشین گوئیوں میں مسیح کا لقب یہہ ہی "خداوند کا بندہ"۔ لیکن جب آدمی کے ایمان میں یہہ پہچان کہ خدا باپ ہی پیدا ہوتی ہی تو یہہ بات ممکن ہی کہ آدمی خدا کے فرزند کہلائے جاویں۔ اب ہم اس عمدہ بلاہٹ کے سُننے اور قبول کرنے کو تیار ہو گئے دیکھو (۱ یوحنا ۳: ۱) "دیکھو باپ نے کیسی محبت ہم سے کی کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے جاویں"۔ "خدا کی بادشاہت" کا سارا خیال بھی بدل جاتا ہی جب ہم اس کی بابت سوچتے ہیں کہ وہ "باپ کی بادشاہت ہی"۔ اس کا سارا انتظام بہ نسبت ظاہری شریعت کے باطنی محبت پر محدود ہی اور اس کی رعیت اور نوکروں کی فرمانبرداری کے عوض میں فرزندوں کی آزادگی کا خیال پیدا ہو جاتا ہی۔

پھر خدا کا باپ ہونا آدمیوں کے باہم بھائی ہونے کی بھی بنیاد ہی اور ایسی بنیاد سے بھی خدا کے فرزندوں کی میراث کی امید نکلتی ہی۔ خدا کے باپ ہونے کی تعلیم سے مسیح کی عجیب تعلیم خدا کی خاص پروردگاری اور محافظت کے بارے میں یکایک سمجھ میں آتی ہی کہ خدا ہماری اس زندگی میں ایسی خبرداری کرتا ہی کہ ہمارے سر کے بال تک سب گنے ہوئے ہیں۔ اور مسیح کی ساری تعلیم فضل اور گناہ کی رہائی کے بارے میں اسی اصل پر کہ خدا باپ ہی دی گئی۔

اگر خدا بادشاہ ہی تو وہ منصف بھی ہوگا اگر وہ صادق بادشاہ ہی تو وہ منصف ہو کے راستبازی اور صداقت سے سزا اور جزا دیگا۔ لیکن اگر وہ "باپ" ہی تو ہم بخوبی جان لینگے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے فرزندوں کو ڈھونڈھتا رہیگا جبتک کہ وہ اُنہیں پا نہ لے اور جب کوئی لڑکا اُسکے پاس آئیگا اور کہیگا کہ "اے باپ میں نے تیرا گناہ کیا" تو یقین ہی کہ وہ بہت خوشی سے قبول کیا جائیگا جیسے کہ وہ مسرف بیٹا جس کا بیان لوقا کے پندرہ باب میں ہی اپنے باپ سے قبول کیا گیا یہہ تمثیل بہ نسبت اور ساری فیلسوفیوں کے آدمزاد پر زیادہ موثر ہی ثبوت کے ساتھ بیان ہی۔

پہلی صدی میں جبکہ رومیوں کی بادشاہت کے سارے ملکوں میں ایمان کا زوال ہوا اور زندگی اور آزادگی اور بہتری کے نشانات کم ہو گئے تھے تو مسیحیت نے آدمزاد کی امیدوں کو پھر بحال کیا۔ اور اس زمانہ کے لوگ بھی مسیح اور اس کی تعلیم کے اسی طرح سے قرضدار ہیں ہمارے زمانہ میں "پیسی مسم" نے اُس زندگی کی حقارت اور بُری حالت کا بیان کیا ہی یہاں تک کہ کسی مصنف نے اس سوال پر کتاب بنائی کہ جس کا نام یہہ ہی "کیا زندہ رہنے میں کچھ خوبی ہی"؟ لوگوں کے ایمان جاتے رہنے کی یہہ کافی گواہی ہی اگر خدا نہ ہوتا تو دنیا بیشک غم سے بھری رہتی اور "پیسی مسم" کا دعویٰ صحیح ٹھہرتا۔ غرض ہم سب کے سب مسیح کے قرضدار اور شکرگذار ہیں مسیح کی انسانی زندگی آئینہ کی طرح ہی جس میں ہم خدا باپ کی صورت دیکھتے ہیں اور جس کی باتوں سے ایمان کی شراکت سے ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور امید سرد نہیں ہو جاتی بلکہ ایسی بڑھتی ہی کہ ہزاروں آدمیوں کی روح کو زندہ کر دیتی ہی اور مسیح کی کلیسیا ہاں کل آدمزاد کے دلوں کو آگے بڑھنے میں ترغیب دیتی ہی کسی شاعر نے یہہ کہا۔ "اگرچہ زمین اور دریا اور آسمان کے تارے اُس کے جلال اور بزرگ اور مہیب نام کا بیان کرتے ہیں تو بھی "اے مسیح" میری پکار سُن میری آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا گئیں کہ میں اُس کلام کو نہیں پڑھ سکتا جو مجھے خدا کے پاس بُلاتا ہی"۔ میں بڑاتی اور دھیمی آواز سے تیرے کہنے کے موافق اور تیرے پیچھے "عیسیٰ مسیح کا باپ کہتا ہوں" وہ یہی خدا ہی جس کا میں طالب ہوں ۔

باقی آئندہ

آنانکہ تکیہ بر عملِ خویش میکنند
دائم ز پئے نجات پس و پیش میکنند

اگر اِس دعوئے بے بنیاد کے کاٹنے کو کہ نجات اعمال سے ہوگی اور بہتیری دلیلیں نہ ہوتیں تو صرف یہی ایک حجت کافی تھی کہ وہ جو اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ نجات اعمال سے ہوگی خود مقر ہیں کہ خدا جانے عاقبت میں ہمارا کیا حال ہوگا کیا معلوم بہشت نصیب ہو یا دوزخ میں جانا پڑے تو پھر خود بخود نتیجہ نکل آیا کہ نجات کے واسطے اعمال پر بھروسہ رکھنا جان بوجھکر غلطی کرنا ہے۔ پھر دوسری بات اس میں یہہ ہے کہ نجات بعد مرنے کے عاقبت میں ہوگی یہہ اُن کا خیال ہے جو نجات کے واسطے اعمال پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اصل میں وہ نجات کی حقیقت سے ناواقف ہیں ہم بتاتے ہیں کہ گناہ کی سزا سے بچنا ہی نجات نہیں ہے مگر خود گناہ کی گندگی سے مخلصی پانا کامل نجات ہے اور یہہ بات خود اُنکے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُنہوں نے نجات نہیں پائی فی الحقیقت جبکہ دنیا میں جیتے جی گناہ سے چھٹکارا حاصل نہ ہوا تو مرنے کے بعد اُس کی سزا سے بریت کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ آخری بات پہلی بات پر منحصر ہے جب تک گناہ موجود سزا سر پر سوار ہے لہذا یہی ایک دلیل ہے جس سے عمل پر تکیہ کرنے والوں کو اپنی غلطی سے جلد آگاہ ہو کر خدا کے فضل کے تخت سامنے حاضر ہو کر یسوع مسیح کے وسیلہ گناہوں کی معافی حاصل کرنا چاہئے اور یہہ بات موت کے بعد نہیں ہو سکتی۔

اب ہم چند اور دلایل نذر ناظرین کرتے ہیں تا کہ عمل پر تکیہ کرنے والوں کی نجات کے حق میں پس و پیش بخوبی ثابت ہو جائے کہ کیوں باوجود دان پُن تپسیا اور خیرات و ذکات و روزہ نماز کے یہہ لوگ ہمیشہ کہتے ہیں کہ خدا جانے قیامت میں کیا حال ہوگا۔

اول۔ آنکہ عمل صرف عمل ہی معلوم نہیں کہ یاروں نے اس میں نیک کی شاخ کب سے نکالی تھوڑے سے غور کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ جب بدعملی ہوئی یعنے انسان خدا سے باغی ہوا اور شیطان نے اُس کے دل پر اپنی سلطنت کا سکہ جمایا اور اس کے زیادہ جور و جبر نے لوگوں کو یہاں تک مجبور کیا کہ ظلم کی حد انتہا سے گذر گیئی اور لوگ اس کی جبری حکومت سے دل میں کڑکڑائے تب اُنہوں نے خیال کیا کہ اپنے اصلی اور حقیقی بادشاہ کی پناہ میں پھر دوڑیں مگر شیطان بڑا ہی چالاک و ذطرتی ہے اس نے اس میں بھی چالاکی کی کہ اُن کے دلوں اور خیالوں میں یہہ بات ڈالدی کہ اصلی چند امور مفروضہ کے بجالانے سے خدا خوش ہوگا اور اس کارروائی کا نام نیک عمل رکھ لیا یعنے جب انسان نے بدعمل کیا جو اصل عمل کے برخلاف تھا تب موافق کو نیک عمل بتایا اور اس سبب سے کہ یہہ حقیقت کے خلاف واقع ہوا انسان اُس نیک عمل کے نتیجہ کے حق میں ہمیشہ پس و پیش کرتا ہے۔

دوم۔ آنکہ عمل پہلے فرض ہوا اور گناہ اس کے بعد وقوع میں آیا مطلب یہہ کہ خدا نے انسان پر گناہ کرنے سے پیشتر یہہ مقرر کیا کہ وہ عمل کرے پس جو عمل کہ گناہ سے پہلے مقرر ہو چکا وہ گناہ کے واقع ہونے کے بعد اپنا نعم البدل آپ ہی نہیں ہو سکتا کیا معنے کہ اگر گناہ واقع نہ ہوتا تو بھی عمل کرنا لازمی تھا اور یہی سبب ہے کہ انسان اگرچہ اپنا من منانے کو یہہ سمجھ بیٹھا کہ میں عمل کرنے سے بچ جاؤنگا تو بھی وہ اس خیال کو اپنے دماغ سے خارج نہیں کر سکتا وہ خوب جانتا ہے کہ عمل ہی کے نہ کرنے سے میں گنہگار اور سزاوار ہوا ہوں پھر نہ کرنے کے بدلے میں کرنا چہ معنے دارد اور یوں تمہیں پس و پیش کرتا ہے

سوم۔ آنکہ عمل پر تکیہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ خدا نے اول ہم کو پیدا کیا ہمکو زندگی دی سانس بخشی کھانے پینے کا انتظام اُس نے کیا وہ شب و روز ہماری حفاظت کرتا ہے اُس نے ہمارے واسطے سب کچھ بنایا چنانچہ سعدی شیرازی یوں نغمہ پیرا ہے کہ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

مطلب یہہ کہ اتنی نعمتیں پیشگی حاصل کرکے بعدہٗ عمل کرنا صرف انصاف ہے نہ کہ خدا پر احسان تب وہ اگرچہ یہہ بات کہے جاتے ہیں کہ نجات اعمال سے ہوگی تو بھی اُن کا حقیقی ضمیر اُنہیں قایل کرتا رہتا ہے کہ ان دنیاوی نعمتوں کا پورا نعم البدل انسان خدا کو نہیں دے سکتا تب کس طرح عاقبت میں اور کچھ پانے کی امید رکھ سکتا ہے اگر کسان زمیندار سے بونے کے واسطے بیج اور کھانے کے واسطے خوراک اور بدن کے واسطے پوشاک پیشگی لیوے اور فصل کی تیاری پر حاصل پانے کی امید رکھے تو گیا ہم اُس کو پاگل نہ کہیں گے چنانچہ کسانوں میں ایک ضرب المثل ہے کہ کھائی کھیتی دار برابر اور یہی سبب ہے کہ لوگ اعمال پر تکیہ کرتے ہوئے نجات کے بارہ میں ہمیشہ پس و پیش کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو آواگون کے قایل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ سب نعمتیں ہم کو خدا نے کچھ مفت میں نہیں دی ہیں بلکہ ہمارے پچھلے جنم کے کرموں کا پھل ہیں۔

اوّل تو یہہ بات اُن کی آج تک محض دعویٰ ہی دعویٰ ہی اُس کے ثبوت میں کوئی دلیل اُنہوں نے پیش نہیں کی۔ دوم آنکہ بالفرض اگر یہہ مانا جاوے کہ پچھلے جنم کے کرموں سے دنیا میں بعض کو عیش وعشرت اور بعض کو دکھہ درد ہی تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ نعمتیں جن میں اعلیٰ ادنیٰ امیر غریب بادشاہ رعایا حاکم محکوم اونچ نیچ برہمن بھنگی ہندو مسلمان عیسائی کالے گورے سب برابر شامل ہیں کس پچھلے جنم کے کرم سے سب کو برابر دی گئی ہیں کیا ہو سکتا ہی کہ سب نے متفق الرائے ہو کر کوئی کام ایسا اچھا کیا کہ سب کو بلا تمیز ایک ہی قسم اور ایک ہی درجہ کا فایدہ حاصل ہو گیا اور ہوتا ہی اور وہ نعمتیں وہی ہیں جن کا ذکر سعدی نے کیا دیکھیے سورج نیکوں بدوں دونوں پر برابر چمکتا ہی اور مینہہ راستوں ناراستوں دونوں پر برستا ہی ہوا اُونچ نیچ سب کو برابر لگتی ہی اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خدا نے محض اپنی مہربانی سے سب کو یہہ سب کچھ عنایت کیا پس بعض اور نعمتیں مثلاً علم کی دولت وہ ہر ایک کو جو اُسے کوشش کرکے لیا چاہے مل سکتی ہی دیکھیے اگر ہم مان لیں کہ اگلے جنم کا پھل علم ہی جس سے انسان کو ہر طرح کا فایدہ پہنچتا ہی تو ہم حیران ہیں کہ انگلشیہ گورنمنٹ کی حکومت سے پہلے کیوں بہتر وں کی چماروں کولی کساآوں کاچھیوں تنبوں لقاآوں کو علم کی دولت نہ ملی کیا اس عملداری کے پیشتر کسی نے بھی اگلے جنم میں ایسا کام نہ کیا کہ علم کی دولت ملتی اور اب ایک دم آواگون کا کارخانہ پلٹ گیا اور مندرجہ بالا اقوام علمیت میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے لگیں جو ہندوستان میں برہمنوں کے فلک نے بھی خواب میں نہ دیکھی تھیں غرض کہ یہہ لوگ بھی دبدبے میں ہیں اور انکا جواب بھی بعد مردن لیں و پیش میں ہی کہ دارنا

اہلِ ہنود کا نام اور اصلی وطن

سوال ۱۔ لفظ "ہندو" کون سی زبان کا ہی؟

جواب۔ لفظ "ہندو" وید سمرتی۔ درشن۔ رامائن وغیرہ قدیم سنسکرت کتابوں میں نظر نہیں آتا ہی۔ مگر اہلِ فارس کی قدیمی کتاب ژند آویستہ میں ہیندو (Hendu) لفظ ملتا ہی اہلِ فارس کی حروف میخوار (Cuneiform inscription) میں اس لفظ کو "ہیدوس" (Hidhu) کہا گیا ہی سو ہندو لفظ ژند زبان کا ہی۔

سوال ۲۔ لفظ ہندو کی وجہ تسمیہ بیان کرو؟

جواب۔ رِگ وید میں کئی جگہہ "سپت سندھو" (Sapta-Sindhu) کا بیان آیا ہی لفظ "سپت سندھو" سے مراد سات دریا کی ہی ژند آویستہ میں لفظ "ہفت ہندو" (Hapta-Hindu) آیا ہی سنسکرت "سپت سندھو" اور ژند "ہفت ہندو" ایک ہی لفظ ہیں زبان کے قاعدے کے مطابق س ہ سے بدل گیا۔

یہہ وہ سرزمین تھی جس میں سات دریا بہتے تھے اس "ہفت ہند" زمین کے باشندہ کو ہندو یعنے دریا والی زمین کے رہنے والا نام دیا گیا ہی۔

سوال ۳۔ رِگ وید اور دیگر قدیمی سنسکرت کتابوں میں رشی لوگوں نے اپنے قوم کو کس نام سے نامزد کیا؟

جواب۔ اُنھوں نے اپنی قوم کو "آریا" نام سے مشہور کیا۔

سوال ۴۔ کیا یہہ لفظ "آریا" کسی نہ کسی شکل میں کسی اور قوم میں بھی پایا جاتا ہی؟

جواب۔ ہاں (۱) اہلِ فارس اپنے آپ کو "اریہ" (Arya) کہتے تھے اپنی پہلی سرزمین کو "ایریانہ ویجو" (Ariyana Vaejo) اور اپنے زیرِ حکومت ممالک کو "اریہ" کہتے تھے یونانی مورخ سٹرادو (Strabo) نے ان ممالک کو "ایریانہ" (Ariana) کہا ہی بعض عالموں کا خیال ہی کہ لفظ "ایرانی" جس سے اہلِ فارس مراد ہی "اریہ" لفظ کی ایک دوسری صورت ہی۔

(۲) میڈیہ کے رہنے والوں کو مشہور یونانی مورخ ہیرودوٹس نے "آریائی" صفحہ ۲ (Aryáa) نام کہا ہی۔

(۳) آرمینیہ زبان میں لفظ "آرمی" ملتا ہی جس سے قوم آرمنی مشہور ہوئی۔

(۴) کوہِ قاف (Caucasus) کی وادی کے باشندہ "آیرن" قوم کا نام بھی لفظ "آریہ" سے نکلا ہی۔

(۵) یونان کے شمال کی سرزمین کو جسے تھرس کہتے ہیں اُس کا قدیم نام "آریا" تھا۔

(۶) جرمن میں بھی "آریائی" لفظ ملتا ہی۔

(۷) جزیرہ آئرلینڈ کے باشندوں کیلٹ قوم کا قدیم نام "آریا" "آرمی" تھا جس لفظ سے جزیرہ کا نام ابتک مرکب ہی۔

سوال ۵۔ اِن مختلف قوموں میں لفظ آریا کو اس کی اصلی یا اور مشابہ صورت میں دیکھکر عالموں نے کس بات کا ثبوت پایا ہی؟

جواب۔ اُنہوں نے اس بات کا ثبوت پایا کہ کسی زمانہ میں ان قوموں کی آبائی سکونت ایک ہی جگہہ پر تھی بعد ازاں وہ قدیم آریا قوم کسی سبب سے مختلف شاخوں میں تقسیم ہو کر مختلف اطراف میں چلی گئی۔

سوال ۶۔ عالموں کی رائے میں آریا قوم کی قدیمی سکونت کہاں تھی؟

جواب۔ وسط ایشیا میں۔

سوال ۷۔ اس بات کے ثبوت میں چند دلایل پیش کرو؟

جواب۔ (۱) یوروپ میں یہہ روایت ہی کہ ایشیا سے جاکر لوگ وہاں آباد ہوئے۔

(۲) اہل یونان و روم کی بابت اُن کے مورخ کہتے ہیں کہ اُن کے بزرگ شمال و مشرق سے آئے تھے۔

(۳) ہندوؤں کی سب سے قدیم کتاب رگ وید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ رشی لوگ پہلے پہل پنجاب میں آکر بسے اور وہاں سے وہ رفتہ رفتہ پورب کیطرف بڑھتے گئے ان کے اِس مغرب سے مشرق کی طرف کے رخ سے گمان غالب آتا ہی کہ وہ کوہ ہندوکش کے مغرب سے ہندوستان میں داخل ہوئے پھر رگوید میں دکھن کا مطلق ذکر نہیں ہی لیکن اس میں کوہ ہمالہ کے شمالی و مغربی ممالک کا بیان ملتا ہی یہہ بھی اس بات کا ایک ثبوت ہی کہ وہ شمال و مغرب سے آئے۔

(۴) کوہ ہمالہ کے شمالی ممالک ہندوؤں کی نظر میں ہمیشہ متبرک ہیں وہ اپنے پاک پربت شمیرو اور کیلاش کو اسی طرف بتاتے ہیں اُترا کھنڈ کو دیو بھوم اور تپسیا کی جگہہ ملتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ مہابھارت کی لڑائی کے بعد پانڈو اسی راہ سے سُرگ میں داخل ہوئے جب وہ شمال کو اتنی نظر تعظیم سے دیکھتے ہیں تو گمان ہوتا ہی کہ اُن کے بزرگ ضرور اسی سمت سے آئے۔

(۵) کاوشی تکی برہمن (Kaushitaki Brahman) میں یوں بیان ہی کہ "باک" (کلام) شمال میں ہی اور اس لئے لوگ شمال کی طرف کلام سیکھنے کو جاتے ہیں اور مشہور ہی کہ جو شخص شمال سے آتا ہی لوگ اُسی کی سُننے کے لئے زیادہ تر مشتاق ہوتے ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ شمال ہی جائے کلام ہی اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ ضرور شمال ہی انکا آبائی وطن تھا۔

سوال ۸۔ لفظ آریہ کے معنے کیا ہیں۔

جواب۔ (۱) عام سنسکرت میں آریہ[۱] لفظ کے معنے معظم ہی۔

(۲) رگ وید میں کہیں کہیں تو لفظ آریہ[۲] (Arya) اور کہیں کہیں لفظ اَریہ (arya) استعمال ہوا ہی آریہ اور اَریہ دونوں لفظ سنسکرت مصدر ऋ (رِی) سے نکلے ہیں جس کے معنے کاشتکاری کرنا ہی پس لفظ آریہ کے اصلی معنے کاشتکار ہیں اور معلوم ہوتا ہی کہ اس نام سے اُن میں اور اُن کے ہمسایہ والے گڈریوں میں تمیز ہوتی تھی۔

(۳) لاطینی۔ یونانی۔ انگلوسکسن۔ انگریزی۔ روسی آیرش۔ کورنش۔ ویلش۔ زرمن۔ لتھوانیک وغیرہ یوروپ کی زبانوں میں کاشتکاری کے متعلق چند لفظ ہیں جو مصدر آر سے نکلے ہیں مصدر آر اور سنسکرت مصدر رِی ایک دوسرے کے مرادف ہیں یعنے دونوں کے معنے کاشتکاری کرنا ہی اس لئے گمان غالب ہی کہ لفظ آریہ کے اصلی معنے کاشتکار تھا۔

(۴) رگ وید میں رشیوں نے آپ کو آریا اور ہند کے اصلی باشندوں کو کہ جن سے اُن کی ہمیشہ لڑائی رہتی تھی اور جن سے وہ سخت نفرت رکھتے تھے اُن کو دسیو (Dasyu) یعنے ڈاکو کہا ہی رفتہ رفتہ اس نفرت انگیز دسیو لفظ کے لحاظ سے لفظ آریا کے معنے معظم سمجھے جانے لگے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی ہندوستان میں جنٹلمین (Gentleman) سے گورے لوگ مراد ہیں۔

---

[۱] الف ممدودہ ہی۔

[۲] الف مفتوح ہی۔

راقم۔ پادری بی۔ بی۔ رائے

گُناہوں کی مُعافی

جب کوئی شخص ایمان کے وسیلہ سے گناہوں کی مفت معافی حاصل کر لیتا ہی تو یہہ بات اُسکے ذہن نشین ہو جاتی ہی کہ خدا مجھسے محبت کرتا ہی اور چونکہ محبت کا تقاضا محبوب کو خوش کرنا ہوتا ہی پس مفت معافی پانے والا خدا کی سچی فرمانبرداری شروع کر دیتا ہی اور ایک راست اور پاک زندگی بسر کرتا ہی کیونکہ اُس کا خاصہ اور طبیعت ایسی ہی ہو جاتی ہی مفت معافی پانے والے کے دل میں یہہ خیال نہیں رہتا کہ میرے نیک اعمال کچھ حقیقت رکھتے ہیں یا مجھے کچھ سہارا دے سکتے ہیں وہ نجات کو خدا کے فضل سے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ قبول کر چکا ہی اور مسیح کا سچا شاگرد ہو گیا ہی اور اُس کو ایک نہایت قیمتی بخشش یعنے روح القدس مل گئی ہی جس نے ایماندار کے دل میں داخل ہو کر اُس کو روشنی اور قوت بخشدی ہی پس وہ شخص جو گناہوں سے محبت رکھتا تھا پاکیزگی اور صفائی کی طرف مایل ہو گیا ہی حقیقت یہہ ہی کہ وہ معافی جو خدا کی طرف سے ملتی ہی راستی اور پاکیزگی کی بنیاد ہی اور کوئی شخص پاک زندگی بسر کر نہیں سکتا جب تک خدا کا یہہ مبارک تحفہ یعنے مفت نجات قبول نہ کرے اُس شخص کے نیک کاموں میں جس نے اس مبارک بخشش کو قبول کیا ہی مقابلہ دوسرے آدمیوں کے جو دنیا میں نیک کام شہرت یا عزت حاصل کرنے یا عاقبت کی امید پر کرتے ہیں زمین و آسمان کا فرق ہی ہندو مسلمان دیانندی جو اپنے اعمال پر بھروسہ رکھتے ہیں ایسے کام کر نہیں سکتے جو خدا کی نظر میں نیک سمجھے جائیں چاہے وہ خود اُنکو کیسا ہی نیک سمجھیں جو معافی کو تسلیم کرتا ہی اُس سے جسکے فضل سے معافی حاصل ہوئی ہی محبت کرتا ہی اور خدا کے فضل کا شکریہ اپنے کاموں سے ظاہر کرنا چاہتا ہی اور وہ جو مدد کیواسطے روح القدس کو قبول کر چکا ہی اُسی کے اِنحال



واقعات اور رائیں

سرکار نے ممالک مغربی وشمالی اور اودہ میں دو اور ریل کی سڑکوں کو بنانے کا فیصلہ کیا ہے ایک سہارنپور سے شروع ہوکر دہلی کے نزدیک شاہدرہ تک جائیگی جو شرقی جمنا کی نہر کے ساتھ ساتھ میرٹھ اور مظفرنگر سے ہوتی ہوئی گذریگی یہہ سڑک ۹۴ میل لمبی ہوگی۔ دوسری الہ آباد کے شمالی حصے میں گنگا اور گھاگرا دریاؤں کے درمیان سے گذریگی اُس کی ایک شاخ شمالی فیض آباد سے رائے بریلی تک اور ایک جونپور کو کھولی جاویگی یہہ سڑک چار سو میل سے زیادہ لمبی ہوگی یہہ سڑکیں تنگ پٹری کی ہونگی ؛

اپریل کے ہارولیسٹ فیلڈ میں پادری۔ ایچ۔ گلی فورڈ کا ایک مضمون "ہندوستانی کلیسیا میں ہندوستانیوں کی حکومت" شایع ہوا ہے پادری صاحب نے اُس میں ہندوستانی کلیسیا کی موجودہ حالت اور انتظام کے نقص ظاہر کئے ہیں اور بتلایا ہے کہ ہندوستانی مسیحیوں میں انتظام کرنے کے مادہ کی کمی ہے وہ سیلف گورنمنٹ کے اصولوں کو نہیں سمجھتے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اور لوگ اُن کے لئے سوچیں اور اُن کی ہدایت کریں بہت کم ایسے ہیں کہ جو بغیر تنخواہ کلیسیا کے لئے کام کرنے کو تیار ہیں ہم مانتے ہیں کہ یہہ سب نقص جو پادری گلی فورڈ صاحب نے بتلائے ہیں ہندوستانی مسیحیوں میں موجود ہیں پس کیا مشنری صاحبان ہندوستانی کلیسیا کے موجودہ نقصوں کو دیکھکر ایسے طریقے اختیار کرنا نہیں چاہتے کہ جس سے ہندوستانی کلیسیا کے یہہ نقص دور ہوجاویں ؟ اگر ان نقصوں کے باعث ہندوستانیوں پر اعتبار نہ کیا جاوے اور ذمہ واری کے کام اُن کے ہاتھ میں سپرد نہ کئے جاویں تو کیا کبھی بھی کلیسیا میں سے یہہ نقص دور ہونگے ؟ برعکس اِس کے ہم تجربے سے کہہ سکتے اور حسب ضرورت مثالیں دیکر بھی بتلا سکتے ہیں کہ جب اور جہاں کہیں دیندار ہندوستانی مسیحیوں کو ذمہ واری کے کاموں پر مقرر کیا گیا ہے تو وہ اُنہوں نے خاطرخواہ طور پر اپنے کام کو انجام دیا ہے ؛

کرسچن اور مشنری الائنس کی پہلی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مشن کے لئے ۲۰۳۷۱۴۲ ڈالر وصول ہوئے اور ۲۷۰ مشنری مندرجہ ذیل مشنوں میں کام کر رہے ہیں۔

شمالی چین ۴۴۔ وسط چین ۷۳۔ جنوبی چین ۲۔ ہندوستان ۱۷۔ تبت ۸۔ جاپان ۴۔ پلیسٹائن ۷۔ عرب ۲۔ کانگو ۵۳۔ سوڈان ۲۱۔ جنوبی امریکہ ۲۸۔ ویسٹ انڈیز ۲۔

۲۱ راپریل ۱۸۵۸ء کو سرجان لارنس صاحب نے جو بڑا دیندار مسیحی افسر ہندوستان میں ہوچکا ہے کرنل ہربرٹ ایڈورڈس کو لکھا کہ "اگر مسیحی کام مسیحی طریقہ سے کئے جاویں تو اس سے غیر قوم کبھی ناراض نہیں ہونگے اِن کاموں میں ایسی خوبیاں ہیں کہ جس سے نہ تو لوگوں میں مخالفت ہوتی نہ ان کے بھروسے میں فرق آتا اور نہ ہی اُن کے دل سخت ہوتے لیکن جب غیر مسیحی کام مسیحی مذہب کے نام سے یا مسیحی کام غیر مسیحی مذہب کے نام سے کئے جاتے ہیں تو خطرہ اور جھگڑا برپا ہوتا ہے"۔ ہمارے خیال میں سرجان لارنس کے یہہ الفاظ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں ہم کو یقین ہے کہ اگر اس ملک کے وہ افسر جو مسیحی کہلاتے ہیں اِن الفاظ کو اپنی حکومت کے اصول ٹھہرالیں تو وہ بہتر طور پر حکومت کرسکیں گے اور نیز اس ملک کے لوگوں کے دلوں میں بھی ایسی جگہہ حاصل کرلیں گے جیسا کہ سرجان لارنس نے حاصل کی ہے۔

یوگنڈہ میں مسیحی مذہب خوب ترقی کر رہا ہے بشپ ٹکر صاحب لکھتے ہیں کہ پچھلے سال کے پہلے چھ مہینوں میں قریباً چھ ہزار آدمیوں نے مسیحی تعلیم حاصل کرنے کی درخواست کی ان لوگوں نے ۲۳۸۲ انجیلیں اور ۱۰۹۰۵ انجیلوں کے حصے اِن چھ مہینوں کے عرصے میں خرید کئے۔

یوگنڈہ میں ریل طیار ہو رہی ہے سمندر کے کنارے سے ۲۰۵۰ میل تک ریل کی سڑک اور تین سو میل تک تار کی سڑک تیار ہوچکی ہے۔

روتمہ جزائر فجی سے تین سو میل کے فاصلہ پر ایک جزیرہ ہے یہہ پیسی فک کے جزیروں میں سے سب سے خوبصورت ہے اس میں تاڑ کے بڑے بڑے جنگل ہیں خوشی کی بات ہے کہ اس جزیرے میں اب فارن مشنری کا کام نہیں رہا اس نے اپنے کام کو ختم کرلیا ہے وہاں کا کام ایک دیسی خادم الدین کے ہاتھوں میں سپرد کیا گیا ہے جو ایک خود مختار کلیسیا کا پاسبان ہے اِس کلیسیا نے پچھلے سال غیر ملکوں میں مشن کا کام کرنے کے لئے بارہ سو سے زیادہ ڈالر چندہ دیا دیسی پاسبان لکھتا ہے کہ اُس کے شریک دینداری میں ترقی کر رہے ہیں اور چندہ فیاضی سے دیتے اور سبت کے روز کی حرمت کرتے ہیں خدا ہندوستان کے لئے بھی یہہ دن جلد لاوے !

یہہ خبر بالکل بے بنیاد تھی کہ روس جنوبی ایران کے بندر عباس پر قبضہ کیا چاہتا ہے ؛

شعر و سخن

شرابخانہ خراب

سخت وہ بدبخت ہی جو مئی میں چکنا چور ہو
جس کے دل سے فکرِ دنیا فکرِ عقبیٰ دُور ہو
مست ہو کر ٹھوکریں کھانا جسے منظور ہو ؎
شاہ راہوں پر پڑے رہنے پہ جو مجبور ہو
آبرو جاتی رہی عزت کو کھو بیٹھے ہیں وہ ؎
دولت و اقبال کو ہمت کو رو بیٹھے ہیں وہ
رات دن جھگڑے لڑائی سے ہی اُن کا کام ہی
بھوت اگر سر پر رہے ہر وقت تب آرام ہی
عالمِ مستی ہی اُن کا عیش کا ہنگام ہی ؎
نفرتِ جمہور ہیں اُن کا شرابی نام ہی ؎
عقل پہ پتھر پڑے ہیں چشمِ بینا کور ہی
بے وقوفی و حماقت اور جنوں کا زور ہی
ملک کو بدنام کرنا کام کچھ اچھا نہیں ؎
شیشہ و جام و سبو کا شوق کچھ زیبا نہیں
بات جو کہتا ہوں میں تم کو یہہ کچھ بیجا نہیں
ہاں تمہارے پاس لیکن دیدۂ بینا نہیں
آتشِ مُے نے جلایا عقل کا خرمن تمام
ہوش سے خالی بنایا اور دانائی میں خام
مُے پرستی نے کیئے غارت ہزاروں خاندان
مانگتی طاعون بھی ہی خوف سے اُسکے امان
اِس نے کروائی تباہ یہہ کشورِ ہندوستان
بھاگتے ہیں اِس کے ڈر سے ہر جگہہ پیر و جوان
اِس سے ہی انسان کو لازم اور واجب اجتناب
خوف کھاؤ اس سے دوزخ ہی یہہ آتش ہی شراب

بزمِ عشرت اب تو رہتی ہو تمہاری پُر سرور
بادۂ انگور ہی جام و سبو حور و قصور ؎
یاد رکھنا جب کھُلیگی آپ کی چشمِ شعور
یاد آئیں گی بہت انور کی باتیں اِی حضور
لیکن اِن ایام کی ہرگز نہ ہوگی بازگشت ؎
گرچہ ہونگے سب ہی باغ و بہار و شہر و دشت

دیگر

جب سے اِی میرے مسیحا تو نظر آیا مجھے
عشق سے یہہ دل بھی بے قابو نظر آیا مجھے
ہو گیا دل پر مرے غالب ترا ایسا خیال
سامنے آیا جو کوئی تو نظر آیا مجھے ؎
زندگی و راستی و حق ہی تیری ذات خود
خالقِ اکبر تو اِی مہ رو نظر آیا مجھے
کیوں نہ ہو عرشِ معلیٰ پر مرا انور دماغ ؎
خواب میں پھر وہ کماں ابرو نظر آیا مجھے

راقم

راما نند انور

شراب

زنِ نیک شوہر سے کہتی ہی کیا ۔ مری بات ہرگز نہ دینا بُھلا
میں اِک رازِ پنہاں ہوں کرتی عیاں ۔ مجھے میری ماں نے تھا بتلا دیا
مُے تند خو جانگزا ۔ ناسزا ۔ ہی کمبخت ہر رنگ میں اِک بلا
ہو وسکی برانڈی یا ہو شمپین یا رَم ۔ یہہ کافر ہی بیشک زنِ بیسوا
نہیں قابلِ عقد یہہ بے وفا ۔ ہی شوہر خوری اِسکا شیوہ سدا
وبالِ دل و جان و ایمان ہی ۔ بھیے آبرو ۔ پردہ در ۔ بے حیا
زوالِ زر و جاہ و اقبال ہی ۔ کبھی بھول سے اِسکو منہہ نہ لگا
ہاں تو چاپلوسی میں اِسکی نہ آ ۔ لئے پھرتی ہی جیب میں سنکھیا
نہ اِسکی صفائی پہ شیدا تو ہو ۔ کہ اِسکے دہن میں ہی بدبو سدا
چھپی استخواں میں ہی یہہ گومیں ۔ کبھی اِسکی پوشش سے دھوکا نہ کھا
بڑی فاحشہ دخترِ رز ہی بس ۔ مری جاں حقیقت میں یہہ جانگزا
ہو جس گھر میں داخل یہہ بدکار نار ۔ ہی گھر روز و شب شاد ماتم سرا

راقم

ڈی ۔ این ۔ شاد

نارتھ ویسٹرن ریلوے

فروخت کیلئے پُرانے لوہے کی ریلیں

لمبائی ۔ چوڑائی ۔ نرخ اور پہنچانے کی شرائط وغیرہ کی نسبت چیف سٹور کیپر این ۔ ڈبلیو ۔ ریلوے لاہور سے خط و کتابت کرو ؎

دستور العمل اخبار نور افشاں

قیمت سالانہ اہلِ شہر سے بغیر انگریزی ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
قیمت سالانہ اہلِ شہر سے معہ انگریزی ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک بغیر انگریزی ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک معہ انگریزی ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
قیمت دو کاپیوں کی ایک ہی شخص کے نام پر معہ محصول ڈاک معہ انگریزی ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
بغیر ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
قیمت تین کاپی یا اُس سے زیادہ ایک ہی شخص کے نام پر معہ ضمیمہ و محصول فی کاپی ۔ ۔ ۔ [illegible]
بغیر ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
طالبعلموں کیلئے جو ہیڈ ماسٹر یا سپرنٹنڈنٹ کی معرفت درخواست کریں معہ محصول و ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]
بغیر ضمیمہ ۔ ۔ ۔ [illegible]

پادری اِی ۔ ایم ۔ ویری صاحب ڈی ۔ ڈی ۔ اڈیٹر و مینجر اخبار نور افشاں کیواسطے ۔ امریکن مشن پریس لودیانہ میں باہتمام ایم ۔ وائیلی چھپا ؎